Quest Journals
Journal of Research in Humanities and Social Science
Volume 14 ~ Issue 4 (April 2026) pp: 229-232
ISSN(Online):2321-9467
www.questjournals.org

Research Paper

Janab Yusuf Shamim "Baharistan Sokhan" Collection of Urdu Poetry Renowned Great Poet of Rubaiyat from Nellore City, Andhra Pradesh

Dr. Mohd Mahboob
Lecturer in Urdu, T. R. R. Govt. Degree College, (A)
Kandukur. Andhrapradesh

جناب یوسف شمیم کا شمار نیلور ہی نہیں بلکہ تمام ساحلی آندھرا کے نہایت ممتاز شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کی قادرالکلامی اور مختلف اصنافِ شاعری میں ان کی کامیاب طبع آزمائی اور خاص طور پر رباعی جیسی صنف پر ان کو جو قدرت و مہارت حاصل ہے وہ یوسف شمیم کو بحیثیتِ شاعر ایک ممتاز مقام حامل بنا دیتی ہے۔ وہ اپنے بارے میں یوں کہتے ہیں۔

" میرے والد مرحوم شہر کے مشہور و معروف خیاط تھے۔ اس پیشے میں وہ یکتائے عصر تھے۔ انگریز خواتین کے ملبوسات تیار کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ یہ تقسیمِ ہند سے قبل کی بات ہے۔ ہمارے آباء و اجداد کا وطن نیلور ہے۔ مجھ ناچیز کا پورا نام محمد یوسف اور شاعری میں تخلص "شمیم". تاریخِ پیدائش یکم جولائی 1925ء ہے جو اسکول و کالج کے اسناد میں درج ہے۔ میری ابتدائی تعلیم و تربیت شہر نیلور ہی میں ہوئی، ابتدائی تعلیم میونسپل مڈل سکول، پھر سی۔ اے۔ ایم ہائی سکول اور پھر وی آر کالج نیلور میں ہوئی۔ آندھرا یونیورسٹی سے بی۔ اے ڈگری حاصل کیا۔ میں نے ابتدائی دورِ شاعری میں جن شعراء سے فیضیاب ہوا، ان کے نام نبی خاں بخش، نوراللہ حسینی انور، اور محمد اعظم حسین اعظم ہیں۔ پیشہ سرکاری ملازمت ہونے کے سبب تبادلے ہوتے گئے اور مجھے جگہ جگہ جانا پڑا۔ وشاکھاپٹنم، چتّور، کڑپہ، اور نیلور میں کام کرتا رہا، اور اکاونٹ آفیسر کے عہدے پر 1983ء میں نیلور ضلع پریشد سے ریٹائر ہوا۔

مجھے لڑکپن ہی سے اردو زبان سے دلچسپی تھی۔ والد مرحوم بھی اچھی اردو جانتے اور بولتے تھے۔ میرے ایک دوست بھی تھے، سید مرتضیٰ حسین انہیں مجھ سے کہیں زیادہ اردو زبان و ادب سے دلچسپی تھی۔ ان کا ساتھ بھی میری اردو دوستی میں بہت کام آیا۔ وہ مشاعروں میں بھی میرا ساتھ دیا کرتے، یہ میری شاعری کا بالکل ابتدائی دور تھا۔ میں شعر کہتا گیا اور یہ میری حوصلہ افزائی کرتے گئے۔ میرے والد کے ایک عزیز دوست تھے، جن کا نام گرامی، نبی خاں اور شمسؔ تخلص تھا۔ یہ اردو و فارسی زبان کے ماہر تھے، مدراس یونیورسٹی سے منشی، فاضل کی سند حاصل کرچکے تھے اور میرے بھی کچھ عرصے تک اسی اسکول میں استاد رہے۔ یہیں شمسؔ مرحوم کی شاگردی کا مجھے شرف حاصل ہوا، لیکن شعر گوئی میں نہیں۔ اس وقت میں تھرڈ فارم کا طالبِ علم تھا۔ اردو زبان اور دینیات کی تعلیم شمسؔ مرحوم کے سپرد تھی۔ چونکہ یہ والد کے دوست تھے، والد کی دوکان پر اکثر آیا جایا کرتے تھے، میرے دوست سید مرتضیٰ حسین نے تجویز پیش کی کہ کیوں نہ میں نبی بخش شمسؔ مرحوم کی شاگردی حاصل کروں؟ ۔ میں نے آہستہ آہستہ اپنا کلام شمسؔ مرحوم کو دکھلانا شروع کیا۔ شمسؔ صاحب بھی جواب نفی میں نہ دے سکے۔ اور میرے کلام کی اصلاح اِس طرح عمل میں آئی۔ انہوں نے غزلیات کے ساتھ ساتھ نظمیں کہنے کی رغبت دلائی۔ انہوں ہی نے غزل پر ترجیح دی۔ نیلور کے ہمعصر شعراء میں نظم گوئی کی ابتداء کا سہرا ناچیز کے سر رہا ہے اور دوسروں کو بھی شوق دلایا۔

میری زندگی اور شاعری میں اس وقت انقلاب آیا جب میں نے مشہور عالم دین رحیم الدین فاروقیؔ آزاد، جو افضل العلماء،مولوی،ایم۔ اے، بی۔ او۔ ایل تھے اور جو عربی و فارسی کے صدرِ شعبہ، گورنمنٹ مسلم کالج، مدراس تھے، ان کے زانوئے ادب تہہ کیا۔ موصوف نے مجھ کو حلقۂ تلامذہ میں شامل کرکے ان کی تربیت فرمائی، جس کے نتیجے میں اس فنِ شعر گوئی پر قدرت کاملہ حاصل ہوئی۔
میں نے ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ غزلیں، نظمیں، نعتیہ کلام، قطعات اور رباعیات وغیرہ۔ میری شعری تخلیقات یوں تو پہلے ہی سے شائع ہوتی آئی ہیں جیسے ماہنامہ"آستانہ " دہلی, ہفت روزہ" پیامِ مشرق " دہلی، اور روزنامہ "رہنماۓ دکن" حیدرآباد وغیرہ میں شائع ہوتا رہا ہے۔ آل انڈیا ریڈیو، وجئے واڑہ سے بھی وابستہ رہا ہوں۔ غزلیں، نظمیں، رباعیات وغیرہ اردو پروگرام "نورس" میں سنائی ہیں، اور 1991ء میں ایک بار دوردرشن کیندر، حیدرآباد نے اپنے ہفتہ وار اردو پروگرام "انجمن" کے لئے بھی اس ناچیز کو مشاعرے کے لیے مدعو کیا تھا۔ "
جناب یوسف شمیم بلا شبہ نیلور شہر کے ایک کہنہ مشق شاعر ہیں۔ وہ نصف صدی سے ذائد عرصے تک شعر کہتے رہے۔ اس طویل مشقِ سخن نے ان کے کلام میں بڑی پختگی پیدا کردی ہے۔ چوں کہ زبان و ادب پر ان کو بڑی قدرت حاصل ہے اس لئے مختلف اصناف میں ان کی کئی کئی تخلیقات ایسی ہیں جن کو شاعری کا اچھا اور بہترین نمونہ کہا جاسکتا ہے اس ضمن میں اردو ادب کے چند مشاہیر ارباب فکر وفن کے تاثرات پیش ہیں۔
پروفیسر مغنی تبسم، سابق صدر شعبہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کہتے ہیں۔
" حضرت شمیمؔ نیلور کے ایک صاحب کمال اور صاحب فکر شاعر ہیں۔ دو سال قبل ان کے فرزند جناب شفاعت احمد سلیمؔ نے اپنے والد کا نعتیہ کلام "گلدستۂ نعت" کے نام سے شایع کیا تھا،اور تسکینِ قلب کا باعث بنا۔ اور اب "بہارستانِ سخن" جو رباعیات کا مجموعہ ہے،ان کے مطالعے سے حضرت شمیم کی قادرالکلامی کا اندازہ تو ہوتا ہی ہے ساتھ ہی حیات و کائنات کے بارے میں ان کے گہرے ادراک و بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔
حضرت شمیم ایک مفکر شاعر ہیں، زندگی اور کائنات کے حقائق پر ان کی گہری نظر ہے۔ ان کے فکرِ تضاد ہیں ہے۔ تضادات کے درمیاں وہ راہِ اعتدال تلاش کرتے ہیں اور کبھی ان تضادات کو قولِ متناقض یا استبعاد کی شکل دے دیتے ہیں۔ "
ڈاکٹر سید سجاد حسین، صدر شعبہ اردو، مدراس یونیورسٹی کہتے ہیں۔
" حضرت شمیم کا شمار ان رباعی گو شعراء میں ہوتا ہے، جنھوں نے اس صنف کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے۔ زیرِ نظر مجموعے میں چار سو سے کچھ اوپر رباعیاں ہیں، جو بہرحال قابلِ ستائش اور بلند معیار کی حامل ہیں۔ حضرت شمیم نے اپنے مجموعے کی رباعیوں کے لئے چار ابواب قائم کئے ہیں۔ پہلے باب کے تحت حمدیہ، دوسرے باب میں نعتیہ، تیسرے باب میں منقبتی اور آخر چوتھے باب میں متفرق رباعیوں پر مشتمل ہے۔ موصوف نے شستہ، صاف اور سادہ زبان میں دل کی باتیں کہی ہیں۔ ظاہر ہے دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ ان رباعیوں میں حضرت شمیم کے قلم کی جولائی، زبان دانی، تازگیٔ فکر اور گرمیٔ احساس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مذہب ہو یا اخلاق، عشق ہو یا تلقین، رزم ہو یا بزم ہر جگہ آج کا ذہن تازگی چاہتا ہے۔ ہرچند کہ مبادیاتِ حیات ہر دور میں وہی رہے ہیں، جو مقسومِ ازل ہیں لیکن نقطۂ نظر اور زاویۂ نگاہ انہیں پرکشش اور جاذبِ نظر بنادیتا ہے۔ "
بقول ڈاکٹر عقیل ہاشمی، سابق صدر شعبہ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد
" یوسف شمیم کی رباعیات کے مطالعہ سے قاری متاثر ہوۓ بغیر نہیں رہتا۔ فنی اعتبار سے ان کی رباعیات جہاں عروضی شرائط کی تکمیل کرتے ہیں وہیں موضوعات کے لحاظ سے مختلف الجہات بھی ہیں۔ یہ بات میں نے اس لئے کہی ہے کہ شمیمؔ صاحب نے ان رباعیات کو ابواب میں تقسیم کیا ہے، جیسے حمد، نعت و منقبت اور متفرقات وغیرہ، جبکہ پچھلے زمانوں میں ابواب کی تقسیم قطع نظر رباعیات کو موضوعات کے تحت درج کیا جاتا تھا، جیسے مذہبی رباعیات، عارفانہ رباعیات، عشقیہ رباعیات، اخلاقی، صوفیانہ، رندانہ، سماجی و تہذیبی رباعیات وغیرہ وغیرہ۔ یہاں ایک بات عرض کروں گا کہ زمانۂ طالب علمی میں مجھے رباعیات کو دیوان کی صورت سے دیکھنے کا اتفاق ہوا یعنی کوئی سو برس پہلے شاعر احمد علی قاضیؔ تلمیذ حضرت شمس الدین فیض نے حروف تہجی کے التزام سے رباعیات دۓ تھے۔
"بہارستانِ سخن" کی رباعیات یقیناً خوبصورت، دلکش، معنی خیز و دلچسپ خوشگوار اور متاثر کن ہیں۔ ان میں اگر ایک طرف مذہبی وابستگی کا شاعر ملتا ہے تو دوسری طرف جانب فلسفۂ حیات کی گرہیں کھلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ کہیں کہیں شاعر نے ذاتی یا شخصی طرح کی رباعیات بھی لکھیں ہیں، جس نے ان کے مزاج کی سادگی، عبرت ونصیحت، اخلاق و تصوف سے ربط کا اظہار ہوتا ہے۔ ادھر جنوبی ہند میں امجدؔ حیدر آبادی، جذب عالم پوری، حضرت قدر عریض، آر آر سکسینہ الہام اور مظفر الدین خاں کے بعد چند ایک ہی بلند قامت رباعی گو شعراء ہوں گے، جنھوں نے اس صنفِ سخن کی آبیاری کو اپنا مطمحِ نظر بناۓ رکھا ہے۔ انہی میں شمیمؔ صاحب کو بھی شمار کرتا ہوں۔ "

پروفیسر مظفر شہ میری، سابق صدر شعبہ اردو، حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی کے تنقیدی کلمات

" فنِ رباعی کا حق ادا کرنا دشوار ہے تاہم اس راہ میں قدم رکھنا بھی کسی بڑی سعادت سے کم نہیں ہے۔ حضرت شمیم نے اس کوچۂ دشوار میں نہ صرف قدم رکھا بلکہ اپنی رباعیوں سے تاریخ رباعی میں بالعموم اور علاقائی تاریخ میں بالخصوص اپنے لئے ایک اہم مقام محفوظ کر لیا ہے۔

حضرت شمیم نے دین ودنیا اور حقیقت و رومانیت میں ایک توازن کا خیال رکھا ہے۔ جہاں انہوں نے زندگی کے حقائق پر رباعیاں لکھی ہیں، وہیں زندگی کے رومانی پہلوؤں کو بھی فراموش نہیں کیا ہے۔ موصوف نے عشق ورومان کے بہترین پہلوؤں کو اپنی رباعیوں میں روشن کیا ہے۔

یہ کہنا حضرت شمیم کی ہر رباعی فنی اعتبار سے خوب ہے، بعید از انصاف ہوگا۔ کہیں ایک آدھ مصرع فصاحت کو آنکھیں دکھاتا ہے۔ تاہم ان کی رباعیوں میں جو تخلیقی چمک دکھائی دیتی ہے، اس سے یہ خیال گزرتا ہے کہ اگر وہ ذرا سی توجہ مبذول کرتے تو ان کے یہاں عمدہ رباعیوں کا خزانہ ہوتا۔ "

پروفیسر مقبول فاروقی سابق صدر شعبہ اردو، آندھرا یونیورسٹی، وشاکھاپٹنم اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں کہ

" جناب یوسف شمیم بلاشبہ ایک قادر الکلام شاعر ہیں۔ ان کی شاعری فکری گہرائی اور فنی حسن دونوں میں مزیّن ہیں۔ موضوعات ومضامین کا تنوع ان کی شاعری کا خاصہ ہے۔ ویسے وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں لیکن دوسری طرف اصنافِ شعر پر بھی ان کو غیر معمولی قدرت حاصل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اردو میں ایسے شاعروں کی کمی نہیں ہے، جنھوں نے دیگر اصنافِ سخن کے ساتھ ساتھ رباعی کی صنف میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ لیکن آج کل ایسے شعراء کی تعداد نسبتاً کم ہی ہے جنہوں نے اتنی تعداد میں رباعیات کہی ہیں کہ ان کی رباعیات ہی پر مشتمل ایک علٰیحدہ مجموعہ تیار ہو سکے۔ جناب یوسف شمیم نے صدہا کی تعداد میں رباعیات کہہ کر اس فن میں اپنی دست گاہ و مہارت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ "

پروفیسر ستار ساحرؔ صدر شعبہ اردو، سری وینکٹیشورا یونیورسٹی، تروپتی اپنے اظہار خیال میں یوں فرماتے ہیں۔

" شمیم صاحب کی رباعیات کا سرمایہ اخلاق، پند و نصیحت اور ان کا مخصوص پیغام کہا جاسکتا ہے۔ موصوف نے "بہارستانِ سخن" کے ابتدائی ابواب باترتیب حمد، نعت و منقبت کے لیے مخصوص کرکے اپنے مجموعۂ رباعیات کے مقبول ہونے کے امکانات روشن کردیے ہیں۔ رباعیاں دلکش ہیں، فنی تقاضوں کو پورا کرنے کی ممکنہ کوشش کی گئی ہے اور جہاں تک زبان کا تعلق ہے، خاص بات یہ ہے ک معیاری اردو کے ساتھ ساتھ اکثر و بیشتر ہندی کے نرم اور شیریں الفاظ بھی سلیقے سے استعمال کئے ہیں۔ "

محترمہ جیلانی بانو، مشہور افسانہ نگار، حیدرآباد کے خیال میں

" یوسف شمیم صاحب نیلور، آندھرا پردیش کے ایک کہنہ مشق شاعر ہیں۔ صنف رباعی کو شعری اظہار کے لیے برتنا کسی قافیہ پیما کے بس کی بات نہیں ہے، لیکن یوسف شمیم کی رباعیات اس صنف پر ان کے فن کا اچھا نمونہ پیش کرتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کا مزاج رباعی کے مزاج سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

یوسف شمیم صاحب آندھرا پردیش کے ایک شہر نیلور سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ شہر ملک کے اردو مراکز میں شامل بھی نہیں ہے۔ اردو مراکز سے دور نیلور سے ایسے مجموعہ کلام کا ابھرنا ملک میں اردو کے مستقبل سے فکرمند لوگوں کے لیے امید کے روشن ستارے سے کم نہیں ہے ہمیں خوشی ہوتی ہے کہ اردو کا ایک اہم شاعر ہمارے بیچ میں ہے۔ "

مضمون نگار بھی اس رائے سے اتفاق کرتا ہے کہ مجموعہ " بہارستانِ سخن " ساحلی آندھرا علاقہ میں اردو کے مستقبل سے فکرمند حلقہ کے لیے امید کے روشن ستارے سے کم نہیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے کافی خوشی و مسرت ہورہی ہے کہ ساحلی آندھرا علاقہ کے شعراء و ادباء پر نئی نسل کا نوجوان طبقہ تحقیق و تنقید کے میدان میں نوع نوع قسم کے موضوعات کا انتخاب کررہا ہے، جو قابلِ تعریف و تحسین ہے۔ میری رائے ہے کہ ان موصوف یعنی "جناب یوسف شمیمؔ کی حیات و علمی وادبی کارنامے" کا عنوان بھی بلا شبہ پی۔ ایچ۔ ڈی کا موضوع بن سکتا ہے۔ اور اس بات کی طرف بھی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ سرکاری جونیئر و ڈگری کالج کے اردو نصاب میں جناب حضرت یوسف شمیمؔ کی شعری تخلیقات بالخصوص رباعیات و قطعات شامل کریں اور جدید رباعی گو شاعر کو نئی نسل سے متعارف کرائیں۔

یہاں جناب یوسف شمیمؔ کی چند رباعیات و قطعات بطور نمونہ کلام پیش ہے۔

ایام کو غفلت میں اگر کھوئے گا
تُو روئے گا آنسوؤں سے منہ دھوئے گا
دنیا ہے یہ آخرت کی کھیتی بابا
پائے گا وہاں اگر تُو یہاں بوئے گا

اِس سے مانگوں ، کبھی اُس سے مانگوں
وہ کون ہے دوجہاں میں جس سے مانگوں
تُو چاہے نہ دینا تو، نہ دے مجھ کو مگر
یارب تجھ سے نہیں تو کس سے مانگوں

اپنا ہی نہ اپنا، نہ پرایا اپنا
میں نے تو کسی کو نہ پایا اپنا
دنیا کی بھری بزم میں تنہا ہوں
خود مجھ سے گریز پا سایہ اپنا

دل کیوں مرا غمزدہ ہے معلوم نہیں
اس درد کی کیا دوا ہے معلوم نہیں
میں غم کو جو کھا رہا ہوں یہ بات اور
غم کیوں مجھے کھا رہا ہے معلوم نہیں

کیا باعثِ رونق ہے امیرانہ لباس
انسان کو زیب نہیں دیتا شاہانہ لباس
بہتر ہے کہ تُو جامۂ تقوی ہی پہن
تن سے نہ اُتارا، اپنا فقیرانہ لباس

سمجھو گے نہ تم کیا ہے رباعی میری
اک طرفہ معمہ ہے رباعی میری
ہر رنگ کا مضمون ہے اس میں شامل
ہر طرز میں یکتا ہے رباعی میری

شیدا ہوں نہ میں کسی کا دوانہ ہوں
دراصل خود آپ ہی کا دوانہ ہوں
بڑھتا ہے بہرگام مرا ذوقِ جنوں
کس منزلِ آگہی کا دوانہ ہوں

پھولوں میں رچی بسی ہے نکہت مری
غنچوں کے لبوں پر ہے حکایت مری
یوسف ہے مرا نام تخلص ہے شمیمؔ
ہے گلشنِ حسن میں صباحت مری

یہ پائے جنوں جب بھی جدھر سے گزرے
خوش رنگ مناظر ہی نظر سے گزرے
وہ جلوے جو تھے باعثِ درس عبرت
کچھ وہ بھی مرے دیدۂ تر سے گزرے